مسلم اور غیر مسلم تعلقات - قرآنی نقطۂ نظر سے

محمد عمر اسلم اصلاحی

مسلم اور غیر مسلم تعلقات کا موضوع اس زمانہ میں جتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے اس سے پہلے کبھی اس کی اتنی اہمیت نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات جس طرح کے تھے دنیا اس کی مشاہد تھی۔ لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ جو تعلقات ہیں ان سے زیادہ کی ضرورت ہے اور نہ اس سے زیادہ ممکن ہے۔ ان تعلقات نے اشاعتِ اسلام کی راہ ہموار کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور ان کے نتیجہ میں لوگ بڑی تیزی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا اور مسلمانوں کی اسلامیت کمزور ہوتی گئی ان تعلقات میں سرد مہری آتی گئی، تاہم جب تک دنیا کے ایک معتد بہ حصہ پر مسلم حکمرانی قائم رہی خواہ وہ اموی و عباسی خلافت کی صورت میں ہو، عثمانی سلطنت ہو یا مغل بادشاہت، مسلمانوں کے غیر مسلموں سے تعلقات پر اعتراضات کی کچھ زیادہ گنجائش نہیں تھی۔ کیوں کہ ان ساری حکومتوں نے اپنی کچھ کمزریوں اور خامیوں کے باوجود غیر مسلموں کے ساتھ جس قسم کے تعلقات اور رواداری کا مظاہرہ کیا اس کی نظر مسلمانوں کے سلسلہ میں کسی غیر مسلم حکومت میں نہ اس سے پہلے ملتی تھی اور نہ اس کے بعد ملی۔ البتہ جب عالمی سطح پر مسلمانوں کی گرفت اقتدار پر کمزور پڑ گئی اور مسلمان اپنا حقیقی کردار ادا کرنے سے عاجز رہے نیز دوسری قوموں نے ان کی جگہ لے لی تو باطل افکار و نظریات اور اسلام مخالف قوتوں کو کھل کھیلنے اور جھوٹے پروپیگنڈے کرنے کا موقع مل گیا، پھر تو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو مسخ کرنے کا کوئی دقیقہ

فروگذاشت نہیں کیا اور ان کی وہ تصویر پیش کرنی شروع کردی جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

بلاشبہ دنیا کے مختلف ملکوں میں مسلمانوں پر ستم رانیوں اور ان کی محرومیوں اور مایوسیوں نے انہیں ایسے ردعمل پر آمادہ کیا جس کی اسلام قطعی حوصلہ افزائی نہیں کرتا تاہم یہ دعویٰ بلاخوف تردید کیا جاسکتا ہے کہ یہ ردعمل اس عمل سے زیادہ کریہہ نہیں ہے جو مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے جس کی شہادت ہزاروں غیر مسلموں نے پہلے بھی دی ہے اور اب بھی دے رہے ہیں۔ اب چونکہ میڈیا کے جانب دارانہ کردار سے یہ مشہور ہوگیا ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کے دشمن ہیں اور ان کی سب سے مقدس مذہبی کتاب یعنی قرآن انھیں غیر مسلموں سے نفرت پر آمادہ کررہی ہے اس لیے اس موضوع کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس پروپیگنڈا کا معروضی جائزہ لیا جائے اور مسلم وغیر مسلم تعلقات پر قرآنی اصول وضوابط کی وضاحت کی جائے۔

مسلم اور مسلم کا مفہوم

مسلم اسے کہتے ہیں جس نے اسلام قبول کرلیا ہو اور اسلام کے معنیٰ ہیں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کے، تو گویا مسلمان وہ ہے جو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کرے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس طرح ایمان لائے، اس نے عبادت کی جو روح بتائی ہے اس روح کے ساتھ عبادت کرے، اس نے باہمی تعلقات ومعاملات کی جو شکلیں بتائی ہیں انھیں عملی جامہ پہنائے۔ اس نے زندگی گزارنے کے جو طریقے بتائے ہیں انہی کے مطابق زندگی گزارے، اس نے مال کمانے اور خرچ کرنے کے جو اصول بتائے ہیں انہی کے مطابق مال کمائے اور خرچ کرے اسی طرح اس نے امارت اور ماموریت کا جو تصور دیا ہے اسی کے مطابق حکومت بھی کرے اور رعایا بن کر بھی رہے۔ جو شخص فرمان الٰہی کے مطابق زندگی گزارتا ہے وہ مسلم ہے۔ اور جو اس کے برعکس زندگی گزارتا اور اصولی طور سے بھی ان ہدایات کو تسلیم نہیں کرتا وہ غیر مسلم ہے۔ اس

کے علاوہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز کے لیے کوئی دوسری کسوٹی نہیں ہے۔ خاندان اور قبیلے، ذات اور برادریاں اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلمان وہ قوم قرار نہیں پاتے جو انسانوں کے کسی طبقہ سے نفرت کرے۔

دراصل مصیبت اس وقت کھڑی ہوتی ہے جب مسلم اور غیر مسلم کے طرز حیات میں کوئی جوہری فرق نہیں رہ جاتا۔ اس وقت دنیا کے ایک بڑے حصے میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ ایک مسلمان بھی ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت اور سیاست کے میدانوں میں ان اصولوں کو نہیں برتتا جو اللہ تعالیٰ نے متعین فرمائے ہیں۔ اور وہ بھی وہی طرز زندگی اختیار کرتا ہے جو ایک غیر مسلم کا ہے تو بے شک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ایک کو اللہ کا فرماں بردار مانا جائے اور دوسرے کو نافرمان؟ اس لیے سب سے اہم ضرورت تو اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ ان کی زندگی اسلامی ہو جائے اور وہ خدائی احکام کی چلتی پھرتی تصویر بن جائیں۔ یقین جانیے کہ جس دن مسلمانوں کی زندگی اسلامی ہو جائے گی اسی دن مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا مہم سے بے دم اور بے اثر ہو جائے گی، ہر چند کہ پروپیگنڈوں کا سلسلہ بند نہیں ہوگا کم۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

لفظ کافر کا استعمال

موجودہ غیر مسلم دنیا کو سب بڑا اعتراض یہ ہے کہ مسلمان ہمیں 'کافر' کہہ کر گالی کیوں دیتے ہیں اور ہماری تحقیر و تذلیل کیوں کرتے ہیں؟ یہ اعتراض پرانا نہیں ہے بلکہ بالکل نیا ہے۔ پہلے کے غیر مسلم اس لفظ کو اپنے لیے گالی اور ذریعۂ تحقیر و تذلیل نہیں گردانتے تھے۔ یہ تو جب سے برطانوی سامراج نے ہندوستان پر اپنا تسلط جمایا اور یہاں کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے انھوں نے یہاں کے ہندوؤں کو یہ باور کرانا شروع کر دیا کہ مسلمان تمھارے دشمن ہیں۔ یہ تمھیں کافر کہہ کر تمھاری تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ انھوں نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد ایک تسلسل کے ساتھ ایسے زہریلے بیانات دیے جن

سے یہاں کے ہندوؤں کے ایک طبقہ کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مسلمانوں نے یہاں اپنے دور حکومت میں ہندوؤں پر بڑا ظلم ڈھایا ہے اور وہ انھیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ مثلاً جب ''لارڈ ایلین برو'' (Lord Ellenborough) نے ہندوستان کے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا تو اس نے سومناتھ مندر کے دروازوں کی تجدید کے موقع پر ہندو راجاؤں اور سرکردہ شخصیات کو مخاطب بناتے ہوئے کہا تھا کہ:

''مسلانوں نے آٹھ سو سال تک تمھاری جو تحقیر و تذلیل کی تھی ہم نے آج اس کا بدلہ لے لیا''[1]

بلاشبہ اس کا یہ بیان ہندوؤں کو مسلمانوں سے متنفر کرنے کی ناپاک سازشوں کا ایک حصہ تھا۔ یہ اور اس طرح کے دیگر بیانات سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں دوری پیدا ہوئی۔ انگریز اپنے پورے عہد حکومت میں ایک خاص پروگرام کے تحت یہ کام کرتے رہے اور تاریخ سے واقف کسی شخص کے لیے بھی اس حقیقت کا ادراک دشوار نہیں کہ انھوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کو ہی کیوں اپنا حریف سمجھا، بہر حال انھیں بعد میں ایسے ہندو افراد مل بھی گئے جنھوں نے ان کے تیار کیے ہوئے مسالے کا استعمال کر کے کذب و افترا کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا۔ بابری مسجد کا انہدام بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ اور لفظ ''کافر'' کے استعمال پر اعتراض بھی اسی ذہنیت کی پیداوار ہے۔

اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان غیر مسلموں کو بتائیں جو عدم واقفیت کی وجہ سے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو رہے ہیں کہ اولاً کافر کی اصطلاح کا کیا مفہوم ہے اور یہ کہ اس کا استعمال نفرت اور تحقیر کے لیے نہیں بلکہ اسلام قبول نہ کرنے والوں کے لیے بطور شناخت ہوا ہے۔ اسی وجہ سے جو لوگ اسلامی عقائد و نظریات کے قائل ہیں ان کے لیے مسلم اور جو ان کا انکار کرنے والے ہیں ان کے لیے کافر کا لفظ استعمال ہوا۔ پھر کافر کی اصطلاح کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے۔ یہی اصطلاح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی رائج تھی۔ اس زمانہ میں بھی اسلامی عقائد کے حاملین کو مسلم اور اس کے منکرین کو کافر ہی کہا جاتا تھا۔ مثلاً قرآن کہتا ہے:

مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا (الحج/۷۸)

اس نے تمھارے باپ ابراہیم کی ملت کو تمھارے لیے پسند فرمایا۔ اسی نے اس سے پہلے تمھارا نام مسلم رکھا اور اس میں بھی تمھارا نام مسلم ہی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے عہد کے منکرین کو بھی کافر ہی کہا گیا ہے۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ (الانبیاء/۳۶)

اور یہی لوگ ہیں جو رحمٰن کے ذکر سے انکاری ہیں۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں غیر مسلمین خود بھی اپنے لیے اس لفظ کا بے تکلف استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے خود ہی اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کی دعوت کے بارے میں کہا:

وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ (الزخرف/۳۰)

اور ہم اس کا بالکل انکار کرتے ہیں۔

یہ تو عہد حاضر کی باغرض ذہانت کا کمال ہے کہ صدیوں سے استعمال ہوتے چلے آنے والے ایک لفظ کو آج گالی بنا دیا ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات

قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے۔ اس کو نازل کرنے والا اللہ ہے، اس نے اس کتاب کو بطور کتاب ہدایت نازل فرمایا ہے۔ اس نے یہ کتاب کسی خاص جماعت، خاص گروہ، خاص مذہب یا خاص علاقہ کے لیے نہیں نازل فرمائی ہے۔ بلکہ سارے انسانوں کے لیے نازل فرمائی ہے جن میں مسلم، ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودی سب شامل ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے "ھدی للناس" (تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ) قرار دیا ہے۔ فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (البقرہ/۱۸۵)

وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا لوگوں کی ہدایت کے لیے۔

بلاشبہ متعدد مقامات پر قرآن کو هدی للمتقین، هدی للمحسنین اور هدی للمومنین بھی کہا گیا ہے لیکن ان تمام مقامات پر مطلب صرف یہ ہے کہ اس کتابِ ہدایت سے ہدایت انہی کو نصیب ہوتی ہے جن میں اللہ کا خوف، نیکی کا جذبہ اور ایمان لانے کا داعیہ موجود ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ صرف مسلمانوں کے لیے کتاب ہدایت کے طور پر نازل کیا گیا ہے۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں جن ایک لاکھ سے زائد انسانوں کو اس کتاب کے ذریعہ ہدایت ملی وہ سب کے سب پہلے غیر مسلم ہی تھے؟

اب ظاہر ہے کہ جو کتاب سارے ہی انسانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ہو وہ بعض انسانوں کو بعض انسانوں سے نفرت کرنے کی تعلیم کیوں کر دے سکتی ہے۔ اس کا اعلان تو یہ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَنِسَاء (النساء/۱)	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور انہی سے اتنے سارے مرد اور عورت پیدا کیے۔

اس نے سارے ہی انسانوں کو تکریم عطا کی۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ (بنی اسرائیل/۷۰)	ہم نے تمام اولاد آدم کو عزت بخشی۔

اس نے سارے ہی انسانوں کی جانوں کو محترم قرار دیا۔ فرمان الٰہی ہے:

لاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ (بنی اسرائیل/۳۳)	تم کسی کی جان نہ لو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا مگر حق کے ساتھ۔

اس کا بہت واضح اعلان ہے:

مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً۔ (المائدہ/۳۲)	جس نے کسی کی جان لی بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سارے ہی انسانوں کی جان لی۔

اس نے سارے ہی انسانوں کے اموال کے احترام کا درس دیا ہے اور اہل ایمان کو تو اس کی خصوصی ہدایت دی ہے تا کہ کسی کو یہ الزام لگانے کا موقع نہ ملے کہ اسلام مسلمانوں کے جان و مال کو تو یقیناً تحفظ فراہم کرتا ہے لیکن غیر مسلموں کے جان و مال کی بربادی کی کھلی چھوٹ دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (النساء/۲۹)	اے ایمان لے والو! تم اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ الا آں کہ وہ تجارت کا مال ہو اور اس میں باہمی رضا مندی شامل ہو۔

ہر چند کہ یہ آیت اپنے مدعا میں بالکل واضح ہے لیکن ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب خطاب اہل ایمان سے ہے تو "بینکم" اور "تراض منکم" کا تعلق بھی اہل ایمان ہی سے ہوگا۔ تو عرض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو قرآن کے حقیقی شارح اور مفسر ہیں خود ہی فرما دیا ہے کہ:

دماء هم كدمائنا واموالهم كاموا لنا[1]	اور غیر مسلموں کے خون بھی ہمارے خون کی طرح ہیں اور ان کے مال بھی ہمارے ہی مالوں کی طرح ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح مسلمانوں کے جان و مال مسلمانوں کے نزدیک محترم ہیں اسی طرح غیر مسلموں کے جان و مال بھی ان کے نزدیک محترم ہیں۔

قرآن مجید میں جہاں بھی انسانی سلوک کا ذکر ہوا ہے وہاں مسلم و غیر مسلم میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک بڑا انسانی سلوک احسان ہے۔ احسان اچھی کارکردگی اور عمدہ برتاؤ کو کہتے ہیں۔ اسلام سارے ہی انسانوں کے ساتھ اچھے سلوک اور عمدہ برتاؤ کا حکم دیتا ہے۔ خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ قرآن کہتا ہے:

وَأَحْسِنُوٓاْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرہ/۱۹۵)

اور احسان کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ایک بڑا انسانی سلوک ایفائے عہد ہے۔ عہد مسلمانوں سے بھی ہوسکتا ہے اور غیر مسلموں سے بھی۔ قرآن مجید میں یہ حکم خداوندی موجود ہے۔

وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً (بنی اسرائیل/۳۴)

عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کی بات پرسش ہوتی ہے۔

امانت کسی کی بھی ہو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اسلام اس کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا (النساء/۵۸)

بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کے حوالہ کردو۔

قرآن کی یہی تعلیم تھی جس کے نتیجے میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس وقت بھی اس کا اہتمام کیا جب دشمن آپ ﷺ کو جان سے مار ڈالنے کے درپے ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کو صرف اس لیے مکہ میں چھوڑ دیا کہ آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی جو امانتیں تھیں وہ انھیں ان کے مالکوں کے حوالہ کردیں۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ یہ ساری امانتیں غیر مسلموں کی تھیں۔

اسلام کسی کا استہزا کرنے، کسی کو عیب لگانے، کسی کو برے لقب سے پکارنے، کسی کے خلاف بدگمانی کرنے، کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے اور کسی کی غیبت کرنے سے منع کرتا ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ قرآن کا اہل ایمان سے خطاب ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (الحجرات/۱۱)

اے ایمان لانے والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور عورتوں کی کوئی جماعت عورتوں کی کسی دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر عیب لگاؤ اور دوسروں کو برے القاب سے نہ پکارو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً (الحجرات/١٢)

اے ایمان لانے والو! بہت زیادہ گمان سے بچو کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

اسلام پڑوسیوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے خواہ وہ پڑوسی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ قرآن کہتا ہے۔

وَالْجَارِ ذِیْ الْقُرْبَی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ (النساء/٣٦)

اور حسن سلوک کرو قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے پڑوسی کے ساتھ۔

اس آیت میں "الجار الجنب" اور "الصاحب بالجنب" میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی دونوں شامل ہیں۔

یہ اور اس طرح کی اور بھی بے شمار تعلیمات قرآنی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی سلوک میں مسلم اور غیر مسلم دونوں یکساں ہیں۔ پورے قرآن مجید سے ایک مثال بھی اس کی نہیں دی جاسکتی کہ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں انسانی سلوک میں کوئی تفریق ہے۔

پروپیگنڈہ کی بنیاد

قرآن مجید کی جن آیات کو بنیاد بنا کر مفاد پرستوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ ان کا قرآن غیر مسلموں سے نفرت کرنے اور انھیں بلا امتیاز قتل کرنے کی ترغیب دیتا ہے ان میں وہ چند آیات جن کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے یہ ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَ كُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمھارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور

جِهَاداً فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ (الممتحنۃ/۱)

تم کو اس بنا پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا جوئی کے لیے نکلتے ہو ان سے رازدارانہ نامہ و پیام کرتے ہو، دراں حالیکہ میں جانتا ہوں اس کو جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور جو تم میں سے ایسا کرتے ہیں وہ راہ راست سے بھٹک گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِن دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَتُرِيْدُوْنَ أَن تَجْعَلُواْ لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَاناً مُّبِيْناً (النساء/۱۴۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کے مقابل میں کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کرالو؟

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (المائدہ/۵۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو اپنا دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الَّذِيْنَ اتَّخَذُواْ دِيْنَكُمْ هُزُواً وَلَعِباً مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ (المائدہ/۵۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنھوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور نہ کافروں کو۔

فَلاَ تَتَّخِذُواْ مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتّٰى يُهَاجِرُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدتُّمُوْهُمْ وَلاَ تَتَّخِذُواْ مِنْهُمْ وَلِيّاً وَلاَ نَصِيْراً (النساء/۸۹)

تو تم ان میں سے کسی کو اپنا ساتھی نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ اس سے اعراض کریں تو ان کو گرفتار کرو اور قتل کرو جہاں کہیں بھی پاؤ اور ان میں سے کسی کو بھی ساتھی اور مددگار نہ بناؤ۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبة/۵)	تو جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، ان کو پکڑو اوران کو گھیرو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک لگاؤ۔

قبل اس کے کہ ان آیات کے حوالہ سے زیر بحث مسئلہ کو واضح کیا جائے یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر بات کا ایک موقع ومحل اور پس منظر ہوتا ہے۔ اگر اس بات کو اس کے موقع ومحل اور پس منظر سے کاٹ کر اس کا مفہوم نکالا جائے گا تو کبھی صحیح نتیجہ سامنے نہیں آ سکتا۔

پروپیگنڈا کا جائزہ

اب آیئے ان آیات کا جائزہ لیں جن کو بنیاد بنا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، سب سے پہلے سورۂ ممتحنہ کی آیت کو لیجیے۔ یہ آیت خود بتا رہی ہے کہ یہاں جن کافروں کو دوست بنانے سے منع کیا جا رہا ہے وہ رسول ﷺ اور مسلمانوں کے اتنے کٹر دشمن ہیں کہ انھیں ان کے اپنے گھروں میں بھی رہنے نہیں دیتے اور وہ ان کے وجود کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، کیا ایسے لوگوں کو دنیا کا کوئی انسان دوست بنانے کی تلقین کرے گا؟ اسی بات کو ذرا الٹ کر سوچئے کہ اگر کچھ مسلمان غیر مسلموں کو ان کے اپنے گھروں سے صرف اس لیے نکالیں کہ وہ غیر مسلم ہیں تو کیا کوئی ان غیر مسلموں کو یہ نصیحت کرے گا کہ بھائی آپ لوگ اس زیادتی کے باوجود ان مسلمانوں کو اپنا دوست بنا کر رکھئے؟ اور اگر نہیں تو قرآن نے کون سی غلط بات کہہ دی؟

اب دوسری آیت کو لیجئے جو سورۂ نساء کی ہے۔ اس آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہاں کافروں سے مراد عام کافر نہیں ہیں بلکہ وہ کافر ہیں جن کا تعلق اہل کتاب سے ہے۔ انھوں نے اپنے اندر کے کچھ لوگوں کو اسلام کا لبادہ اوڑھا کر اسے اندر سے کھوکھلا کرنے کی تربیت دی، پھر ان کے ساتھ مل کر مکہ اور اطراف مکہ کے کافروں سے ساز باز کیا

اور آئے دن کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کیے رہتے تھے۔ وہ رات میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور دن میں انھیں عملی جامہ پہنانے کی کوئی نہ کوئی تدبیر کرتے تھے۔ اب اگر غیر مسلمین کا کوئی طبقہ دوسرے غیر مسلم طبقات سے ساز باز کر کے مسلمانوں کو جانی، مالی اور سماجی نقصان پہنچانا چاہے تو دنیا کی کونسی عدالت ہوگی جو کہے بھائی اس کے باوجود مسلمان ان سے دوستی ہی رکھیں؟

اس کے بعد تیسری اور چوتھی آیات کو سامنے رکھیے جو سورہ مائدہ کی ہیں۔ یہاں بھی انہی یہود و نصاریٰ سے محبت کی پینگ نہ بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ صرف اسلوب قدرے تبدیل ہوا ہے، چونکہ یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کو اپنے بعد اپنی فکر کے لیے ایک خطرہ سمجھتے تھے اس لیے جہاں وہ ان کا مذاق اڑاتے وہیں دشمنان اسلام کو مسلسل اس بات کی ترغیب دیتے کہ وہ ان پر حملہ کر کے ہمیشہ کے لیے ان کا خاتمہ کر دیں، وہ اپنی طرف سے اور اپنے تربیت یافتہ منافقین کی طرف سے انھیں اطمینان دلاتے کہ ہم ہر طرح کا تعاون پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔

پھر پانچویں آیت کو لیجیے اس آیت میں تذکرہ ان منافقین کا ہے جن سے اکثر منافئ اسلام حرکتیں سرزد ہو رہی تھیں لیکن مسلمان اب بھی ان سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ اپنی ریشہ دوانیاں بند کر دیں گے اس لیے وہ ان کے ساتھ خاص رعایتیں برتتے تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھاری ان رعایتوں کا فائدہ اٹھا کر وہ اور جری ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے ان کے ساتھ مناسب رویہ یہ نہیں ہے کہ انھیں مزید شیطنت کا مظاہرہ کرنے کا موقع فراہم کرو بلکہ اب تمھیں ان سے صاف صاف کہہ دینا ہے کہ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو جہاد میں حصہ لو۔ اب اگر وہ اس سے کتراتے اور جان چراتے ہیں تو تمھیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ ہم تم کو بتاتے ہیں کہ انھوں نے صرف اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا ہے اصلاً یہ ہیں بدترین کافر اور ان کی کوشش اور خواہش یہ ہے کہ وہ کسی طرح تمھیں بھی کافر ہی بنا ڈالیں۔ اس لیے اب انھیں مزید موقع فراہم کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان سے سختی کے ساتھ نمٹنے کی ضرورت ہے۔

اب اس سلسلہ کی آخری آیت کو لیجیے جو سورۂ توبہ کی ہے۔ واضح رہے کہ جس زمانہ میں یہ سورہ نازل ہوئی ہے اس وقت مسلمانوں کے علاوہ تین گروہ اور موجود تھے۔ایک کفار و مشرکین کا گروہ تھا، دوسرا اہل کتاب کا اور تیسرا منافقین کا۔ پہلے دو گروہوں میں بھی تین طرح کے لوگ تھے۔ کچھ تو وہ تھے جنھوں نے اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت سے متاثر ہوکر ان سے معاہدۂ صلح کرلیا تھا اور ابھی تک اس پر قائم تھے لیکن اندر سے وہ اس کے خواہاں تھے کہ کوئی بہانہ ہاتھ آجائے تو معاہدہ توڑ دیں۔ دوسرے وہ تھے جو اپنا معاہدہ توڑ چکے تھے اور مسلمانوں کے خلاف اپنی ریشہ دوانیاں شروع کر چکے تھے اور تیسرے وہ تھے جنھیں ابھی تک مسلمانوں سے معاہدہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی، کیوں کہ وہ ان کی اسلامی حکومت سے بہت دور تھے۔ آیت زیر بحث میں جن لوگوں سے سختی کے ساتھ نمٹنے کی بات کہی گئی ہے یہ وہی لوگ ہیں جو یا تو معاہدہ صلح توڑ چکے تھے یا اپنی حرکتوں سے ظاہر کر رہے تھے کہ بس جلد ہی وہ ابھی اپنا معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کے دشمنوں سے جاملیں گے۔ انھی کے بارے میں یہ ہدایت ہوئی کہ جو معاہدہ توڑ چکے ہیں ان سے تو ابھی سختی کے ساتھ نمٹو اور جو پر تول رہے ہیں ان کے معاہدہ کے ختم ہونے کا انتظار کرو اس کے بعد ان کے ساتھ بھی وہی رویہ اختیار کرنا جس کے وہ مستحق ہیں۔ اب یہ فیصلہ ہو ہی جانا چاہیے کہ آیا وہ اسلام قبول کرتے ہیں یا مسلمانوں کے ساتھ عناد اور دشمنی کی جو روش انھوں نے اختیار کر رکھی ہے اسی پر قائم رہیں گے۔ یہاں وہ غیر مسلمین زیر بحث ہی نہیں ہیں جو مسلمانوں کے درپئے آزار نہیں تھے۔

قرآن تو مسلمانوں کو حد درجہ رواداری کا حکم دیتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ جس زمانہ میں مکہ پر قریش کا غلبہ تھا انھوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک رکھا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ حاصل ہوا تو قرآن نے انھیں حکم دیا کہ دیکھو تم انتقامی کارروائی کرتے ہوئے قریش اور ان کے ہم مشربوں کو محض اس لیے کوئی گزند نہ پہنچانا کہ انھوں نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں تمھیں مسجد حرام سے روک رکھا تھا۔ ارشاد ہوا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا (المائدہ/۲)

اور کسی قوم کی یہ دشمنی کہ اس نے تم کو مسجد حارم سے روکا ہے تمھیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم حدود سے تجاوز کرو۔

اسی حقیقت کو یہ آیت بھی واضح کرتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ/۸)

اے ایمان والو! عدل کے علم بردار بنو اللہ کے لیے اس کی شہادت دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ قرآن مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ علی الاطلاق دشمنی کرنے کی تعلیم دیتا ہے ان کا یہ خیال یا تو غلط فہمی پر مبنی ہے یا پھر ان کا یہ جھوٹا پروپیگنڈا ایک قابل مذمت مہم کا حصہ ہے۔

وہ آیات جن سے پروپیگنڈا کی نفی ہوتی ہے

اب ذیل میں چند ایسی آیات نقل کی جارہی ہیں جو اس پروپیگنڈا کی واضح نفی کرتی ہیں۔

ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ (الانبیاء/۱۰۷)

اے نبی! ہم نے تم کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جس طرح مسلمانوں کے لیے رحمت ہیں اسی طرح غیر مسلموں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ غیر مسلموں کے لیے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

مکہ فتح ہو رہا ہے، مسلمان مکہ پر قابض ہو رہے ہیں اور غیر مسلمین کی وہاں سے اجارہ داری ختم ہو رہی ہے۔ اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ چاہتے تو کفار کی ایک ایک

زیادتی کا بدلہ لے سکتے تھے، مگر قربان جایئے رسول رحمت ﷺ پر کہ وہ اس موقع پر اپنے فوجیوں کو ہدایت دے رہے ہیں کہ خبردار! کسی بوڑھے شخص پر ہاتھ نہ اٹھانا، کسی بچے کو اپنی تلواروں اور تیروں کا نشانہ نہ بنانا، کسی عورت کے ساتھ زیادتی نہ کرنا اور جو لوگ خانۂ کعبہ میں پناہ لے لیں یا اپنے گھروں کے دروازے بند کرلیں یا اپنے سردار ابوسفیان کے گھر میں چلے جائیں ان پر حملہ نہ کرنا۔ اوران جوانوں اور نوجوانوں پر بھی حملہ نہ کرنا جو تم پر حملہ نہ کریں۔ اس موقع پر کسی مسلمان نے بھی اپنے کمانڈر کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اور کسی پر بھی اپنا غصہ نہیں اتارا۔ پھر جو لوگ گرفتار ہوکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیے گئے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ اب تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو جن لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اور مکہ کے مسلمانوں کو مکہ سے نکل جانے پر مجبور کردیا تھا انہوں نے خود اعتراف کیا کہ ہم قصوروار ہیں، آپ ﷺ جو چاہیں سزا دے سکتے ہیں۔ لیکن چوں کہ آپ ﷺ ایک شریف انسان ہیں اور ایک شریف باپ کے بیٹے ہیں اس لیے اس موقع پر ہمیں آپ ﷺ سے اسی شرافت کی توقع ہے جس کا مظاہرہ آپ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: تم پر آج کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اس قسم کے کردار کی مسلمانوں کے علاوہ کہیں اور نظیر نہیں ملتی، اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن تو یہاں تک ہدایت دیتا ہے کہ:

لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ. وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ۔ (حٰم سجدہ/۳۴-۳۵)	نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس چیز سے دفع کرو جو زیادہ بہتر ہے تو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جس کے اور تمھارے درمیان عداوت ہے وہ گویا ایک سرگرم دوست بن گیا ہے اور یہ دانش نہیں ملتی مگر انہیں لوگوں کو جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ حکمت نہیں عطا ہوتی مگر انہی کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو جن امور کی ہدایت دی گئی ہے وہ یہ ہیں:

(الف) بدی کرنے والوں کے ساتھ بھی نیکی کرو۔

(ب) حتی الامکان صبر کا مظاہرہ کرو اور اپنا کام کرتے رہو۔

(ج) بدی کے جواب میں نیکی کرنا حکمت و دانائی کی بات ہے۔

(د) حسن سلوک سے دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔

(ہ) دشمن کا دوست بن جانا بڑے نصیب کی بات ہے۔

یہ ہدایات خود ہی بتا رہی ہیں کہ جن سے گہری دوستی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ عام غیر مسلم نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں جو مسلمانوں کے لیے ناسور بن گئے تھے۔ ان کے علاوہ قرآن مجید میں ایسی آیات بھی ہیں جو عام غیر مسلموں کے ساتھ بہتر تعلقات اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کی بہت واضح ہدایات دیتی ہیں۔ مثلاً:

لَا یَنْھَاکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوکُمْ فِیْ الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ أَنْ تَبَرُّوھُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَیْھِمْ إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (الممتحنہ/۸)

اللہ تعالیٰ تمھیں ان (کافروں) کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین کے معاملہ میں نہ تم سے جنگ کی ہے اور نہ تم کو تمھارے گھروں سے نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ حسن سلوک اور انصاف سارے انسانوں کے ساتھ مطلوب ہے۔ البتہ جو اسلام کے خاتمہ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کو اپنا شیوہ بنالیں ان کے ساتھ کسی رعایت کی ضرورت نہیں۔

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے غیر مسلموں سے تعلقات توڑ لینے اور انھیں اپنا دشمن بنانے کی کوئی عمومی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ یہ حکم مخصوص اور مشروط ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن کے نقطۂ نظر سے غیر مسلمین دو طرح کے ہیں۔

غیر مسلمین کی قسمیں

ایک وہ غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں سے مذہبی اختلافات تو رکھتے ہیں لیکن وہ اس بات

کے قائل ہیں کہ جس طرح ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی مذہبی آزادی حاصل ہے۔اسی لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ انسانی تعلق کے خلاف نہیں ہیں۔

دوسرے وہ ہیں جو اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں، ان کے تشخص کو مٹادینے کے درپے ہیں۔ عقیدہ و مذہب کے اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کا ظلم روا رکھنے کے قائل ہیں، ان کی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالنا اپنا معاشرتی حق سمجھتے ہیں۔ ان کی جائیداد و املاک پر قبضہ کرلینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے اور ان کی زندگیوں کا دیا گل کردینے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے۔

قرآن کی نظر میں اول الذکر غیر مسلم گم کردۂ راہ اور خدا فراموش ہیں اس لیے وہ زیادہ ہمدردی اور توجہ کے مستحق ہیں جب کہ ثانی الذکر جابر اور مفسد فی الارض ہیں اس لیے ان سے دوستی کا کوئی حاصل نہیں بلکہ انسانیت کے ساتھ دھوکہ ہے۔ بعض لوگوں کی طرف سے عوام کو یہ باور کرانا کہ قرآن مسلمانوں کو غیر مسلموں سے علی الاطلاق دشمنی اور نفرت کرنے کی تعلیم دیتا ہے، بالکل خلاف واقعہ ہے۔ قرآن کا صاف اعلان ہے:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰـهَ عَلَـى نَـصْـرِهِمْ لَقَدِيْرٌ. الَّذِيْنَ أُخْـرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ (الحج/۳۹-۴۰)

جن مسلمانوں پر جنگ تھوپی جارہی ہے انہیں جنگ کرنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

قرآن تو مسلمانوں کو یہاں تک ہدایت دیتا ہے کہ اگر یہ جنگ جو غیر مسلم تمھیں نقصان پہنچانے کے باوجود صلح پر آمادہ ہوں اور تمھیں اس میں اخلاص نظر آتا ہو تو اپنا نقصان بھول جاؤ اور ان سے صلح کرلو۔ کہتا ہے:

وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (الانفال/۶۱)

اور اگر وہ صلح کے لیے آگے بڑھیں تو تم بھی صلح کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دو۔

خلاصۂ بحث

خلاصہ یہ کہ قرآن نے غیر مسلموں کے کسی بھی طبقہ کے خواہ وہ ہندو ہوں، سکھ ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی دشمن بنا کر رکھنا تو کجا ان سے فاصلہ بنانے کی بھی من حیث الجماعت ہدایت نہیں دی ہے، بلکہ ان کے اندر سے جو لوگ مسلمانوں کو بے گھر کر رہے ہوں، ان کی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر رہے ہوں، ان پر زبان درازی اور دست درازی کر رہے ہوں، ان پر ان کے مذہب سے ہٹانے کے لیے نفسیاتی، سماجی اور سیاسی دباؤ ڈال رہے ہوں۔ اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کرنے والوں کی بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد کر رہے ہوں اور ان کے دین کا استہزا کر رہے ہوں، صرف ان سے دوستی نہ کرنے اور انھیں محرمِ راز نہ بنانے کی ہدایت دی ہے۔ اس کے باوجود اس بات سے منع نہیں کیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ نشست نہ کی جائے، ان سے گفتگو اور ملاقات کا دروازہ بند کر دیا جائے، ان کے غم میں شریک نہ رہا جائے اور مصیبت کی گھڑیوں میں انسانی بنیادوں پر بھی ان کی مدد نہ کی جائے بلکہ اصلاً جس چیز کی ممانعت ہے وہ انھیں ولی، راز دار اور گہرا دوست بنانے کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں مسلمان برادرانِ وطن کے ساتھ ہمیشہ بھائی چارگی، ہمدردی اور اچھے سلوک کا رویہ اپناتے رہے ہیں اور یہ بھی مشاہدہ میں آتا ہے کہ مسلم تنظیمیں اور جماعتیں آج بھی ہنگامی حالات میں جب ریلیف کا کام کرتی ہیں تو بلا امتیاز مسلم وغیر مسلم وہ سب کی مدد کرتی اور سب کے ساتھ انسانی ہم دردی کو واجب قرار دیتی ہیں۔ اللہ ہمیں بلا کسی تفریق تمام انسانوں کی خدمت توفیق عطا فرمائے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

حواشی ومراجع

۱۔ Edward Thompson, *Rise and Fulfilment of British Rule in India*, Macmillan, 1934, p.353

۲۔ عبداللہ بن یوسف الزیلعی، نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ، دارالمامون، ۱۹۳۸ء، ۳۶۹/۴